ریاست میسور کے محققین

میسور میں تحقیق کی روایت کا آغاز :۔

ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کوئی نئی چیز نہیں کیونکہ تواریخ اس بات کی شاہد ہیں کہ راجہ ہرشاوردھنا کے دور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے نلندا یونیورسٹی قائم کی گئی تھی اور ریاست کرناٹک میں سلطان ٹیپو کے دور میں یونیورسٹی کا قیام عمل میں آچکا تھا اور بیدر میں محمود گاواں کے مدرسہ کے کھنڈرات اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ اعلیٰ تعلیم دینے کے لئے اس ریاست نے کبھی کوتاہی نہیں برتی۔

لیکن انگریزوں کے دور میں اعلیٰ تعلیم کا رواج کچھ الگ ہی رہا۔ یونیورسٹی کو یونیورسٹی بنانے اور اس کی نیو کو مضبوط کرنے میں انگریزوں کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ ہندوستان میں یونیورسٹی قائم کرنے کا سہرا چارلس ووڈ کے سر ہے۔ لارڈ کرزن نے ان یونیورسٹیوں کی ترقی اور عروج کے لئے مختلف قوانین ترتیب دئے۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ یونیورسٹیاں صرف امتحان لینے کے لئے ہی مختص نہ رہیں بلکہ ان کے پڑھانے کا انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لے، یہاں ریسرچ کو فروغ دیا جائے اور اپنے ملحقہ کالجوں کی اچھی دیکھ بھال کی جائے۔

ریاست میسور میں تحقیق وتنقید کم توجہی کا شکار رہی۔ البتہ شعروسخن کے چرچے قدیم ریاست میسور کے اہم شہروں بنگلور، میسور، کولار، ہاسن وغیرہ میں مشاعرے ہوتے تھے۔ اخباروں، رسالوں میں شعراء کا کلام اور کبھی کبھی ان پر مضامین شائع ہوتے تھے۔ ۱۹۲۸ء میں علامہ اقبال نے جنوبی ہند کا سفر کیا، مدراس سے وہ بنگلور اور میسور آئے، یہاں ٹیپو سلطان کے مزار پر حاضری دینے کے بعد انہیں خیال آیا کہ آزادیٔ ہند کے اس اولین مجاہد کی جامع تاریخ لکھی جانی چاہئے۔ علامہ اقبال نے محمود بنگلوری جو ان کے سفر میسور کے موقع پر ساتھ تھے فرمائش کی کہ وہ یہ کام کریں چنانچہ محمود بنگلوری نے اپنی بساط بھر کوشش اور تحقیق سے کام لے کر تاریخ سلطنت خداداد لکھی۔ میری رائے میں تاریخ سلطنت خداداد ریاست میسور کی ایک بہترین تحقیق ہے جو محمود بنگلوری نے ۱۹۳۵ء میں پیش کی اور آج تک سلطان ٹیپو کے حالات اور ان کے متعلق مواد کے لئے بطور حوالہ دیا کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کا شمار تاریخ میں ہوتا ہے لیکن میرے خیال میں یہ ایک تحقیق ہے جو کئی برسوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ ویسے محمود بنگلوری کی اور بھی تصانیف تحقیق کے زمرہ میں لائی جاسکتی ہیں لیکن ان سب میں تاریخ سلطنت خداداد نے کافی شہرت حاصل کی۔ اسی بنیاد پر کئی اور محققوں نے کام کو آگے بڑھایا اور اس طرح سلطنت خداداد کے مختلف پہلو ہمارے سامنے آنے لگے۔

محققین کو دو زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے ۱) سندی محققین وہ ہیں جن کو تحقیق کرنے کے بعد جامعہ سے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری دی جاتی ہے جو اعلیٰ تعلیم کی انتہا سمجھی جاتی ہے اور ان کو جامعاتی سطح پر درس وتدریس کے علاوہ ان کے زیر نگرانی طلباء کو تحقیق کرنے کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ اور ۲) غیر سندی محققین جن کو جامعاتی سطح پر کوئی ڈگری نہیں دی جاتی لیکن ان کے اپنے کام کی اہمیت اپنی جگہ پر مانی جاتی ہے۔ تحقیق کے میدان میں کچھ لوگوں نے ایسے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جس پر خود تحقیق کو فخر حاصل ہے۔ نہ ان محققوں نے ڈگری کے لئے یہ کام کیا اور نہ اس کی انہیں ضرورت پیش آئی، اپنی دھن میں ایک لے میں وہ اپنا کام کرتے رہے اور آنے والی نسلوں کے لئے بہت سے مثالیں قائم کر گئے۔

۱۹۵۶ء میں قدیم ریاست میسور میں حیدرآباد اور بمبئی کے کچھ اضلاع کو شامل کر کے موجودہ ریاست کرناٹک کی تشکیل ہوئی۔ ریاست میسور کی سب سے ۱) پہلی میسور یونیورسٹی کا قیام ۱۹۱۶ء میں میسور میں ہوا، پھر طلباء کی بڑھتی تعداد کے مدنظر ۲) کرناٹک یونیورسٹی کا قیام ۱۹۴۹ء میں دھارواڑ ۳) بنگلور یونیورسٹی ۱۹۶۴ء میں بنگلور میں ۴) منگلور یونیورسٹی منگلور، اور ۵) گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ ۱۹۸۰ء میں ۶) کوئمپو یونیورسٹی شموگہ ۱۹۸۷ء میں ۷) ۲۰۰۴-۰۵ء میں تمکور یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔ ان جامعات میں آرٹس، سائنس اور کامرس کے شعبوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء اردو بحیثیت ثانوی زبان پڑھتے ہیں، اعلیٰ تعلیم یعنی یم اے کے علاوہ تحقیق و تدوین پر بھی توجہ دی جاتی ہے۔ جامعاتی سطح پر اردو ادب تعلیمی تحقیق کے اعتبار سے کافی ترقی حاصل کر چکا ہے اور اب تعلیمی تحقیق ایک باضابطہ فن کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ تحقیق وتنقید کے نئے نئے طریقے رائج ہو رہے ہیں۔ موجودہ زمانے میں تعلیم وتحقیق اہل دانشور کا زیور ہی نہیں بلکہ کامیاب زندگی کا آلہ بھی مانے جانے لگا ہے۔

جامعہ میسور:۔

۱۹۴۷ء سے چند سال قبل حیدرآباد سے عبدالقادر سروری صاحب میسور یونیورسٹی میں اردو پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ انھوں نے حیدر علی خان بہادر کے دربار سے متعلق ایک ہندو شاعر مہتاب رائے سبقت کے فارسی اور اردو کلام کو تلاش و تحقیق کے بعد ایڈٹ کر کے کتابی شکل میں پیش کیا۔ یوں میسور یونیورسٹی میں اردو تحقیق کی داغ بیل پڑی۔ سروری صاحب نے اپنے طلباء اور طالبات میں اردو زبان و ادب کا ذوق پیدا کیا۔ ملک کے آزاد ہونے کے بعد وہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں پروفیسر ہو کر چلے گئے اور میسور یونیورسٹی میں ادب کی تعلیم و تدریس تو جاری رہی مگر تحقیق کے میدان میں کوئی حریف آگے نہ آیا، شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ تحقیقی کاموں کے لئے نگراں نہیں تھا۔

ڈاکٹر حبیب النساء بیگم:۔ (پیدائش ۱۹۱۱ء وفات ۲۹ مارچ ۱۹۶۸ء) ڈاکٹر صاحبہ کا شمار میسور کی اہم ادبی شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے میسوری ادباء و شعراء کے کارناموں کو اجاگر کیا۔ آپ کی ابتدائی و اعلا تعلیم میسور میں ہوئی۔ مہارانی کالج میسور سے ۱۹۳۹ء میں یم اے (فارسی) ۱۹۴۲ء میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد سے یم اے اردو کی ڈگری حاصل کی۔ خواجہ احمد فاروقی کی نگرانی میں "ریاست میسور میں اردو کی نشوونما" مقالہ تحریر کیا۔ جس پر ۱۹۵۷ء میں دہلی یونیورسٹی نے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری عطا کی۔ ایک عرصہ تک ریاست میسور کے مختلف کالجوں میں اردو کی درس و تدریس کے فرائض انجام دیتی رہیں، نومبر ۱۹۶۰ء جامعہ میسور کے صدر شعبہء اردو کی حیثیت سے پروفیسر کے عہدہ پر فائز ہوئیں۔ ۱۹۷۲ء میں وظیفہ پر سبکدوش ہوئیں ۲۹/ مارچ ۱۹۸۶ء میں انتقال کیا۔ آپکو بچپن ہی سے ادب و شعر سے گہرا لگاؤ رہا۔ اپنی ادبی زندگی کے ابتدائی دور میں علامہ راشد الخیری کے تصانیف سے متاثر رہیں۔ ان کے پسندیدہ مصنفین میں خواجہ حسن نظامی بھی ایک ہیں۔ آپکو تصوف، تنقید اور لسانیات سے دلچسپی رہی، ادب میں افادیت کی وہ قائل تھیں۔

تصانیف:۔ ۱) تصوف اقبال ۱۹۵۰ء ۲) ریاست میسور میں اردو کی نشوونما ۱۹۶۲ء ۳) ارمغان ادب شاید درسی کتاب تھی جس میں پہلی مرتبہ ریاست میسور کے ادباء و شعراء کے مضامین شامل ہوئے۔ ۴) سرور کونین ۱۹۶۳ء ۵) جواہرات میسور جون ۱۹۶۷ء ۶) غالب اور وحدت الوجود ۱۹۷۱ء ۷) مشاہیر میسور کے اردو خطوط اور ایک انگریزی کتاب ۸) Studies in religion and philosophy

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم نے اس جامعہ سے ڈاکٹر حبیب النساء کی نگرانی میں اپنا مقالہ "ریاست میسور میں اردو مثنوی کا ارتقاء" تیار کیا جس پر انہیں پہلی مرتبہ اس جامعہ نے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری عطا کی۔ اس کے بعد مختلف موضوعات پر مقالات تحریر ہوئے جن پر جامعہ میسور سے ڈگریاں عطا ہوئیں اور یہاں تحقیق کا کام اب بھی جاری ہے۔

مقالہ نگار	موضوع تحقیق / تنقید
ڈاکٹر صوفیہ حیرت	میر کا غم
ڈاکٹر محمد ہاشم علی	شاہ صدر الدین حیات و خدمات
ڈاکٹر مسعود سراج	دکنی ادب میں سماجی و تہذیبی عناصر
ڈاکٹر جمیلہ بیگم قریشی	کرناٹک میں دکنی نثر کا ارتقاء
ڈاکٹر نیلوفر ثمینہ	دکنی خواتین کی اردو خدمات
ڈاکٹر ارجمند آراء خانم	مولانا شبلی کی اردو خدمات
ڈاکٹر ساجدہ خانم	دکنی غزل کا ارتقاء
ڈاکٹر زرین تاج	اردو میں مکتوب نگاری
ڈاکٹر ذکیہ بیگم	دکنی قصیدہ کا ارتقاء
ڈاکٹر محمد نور الدین	حضرت بندہ نواز سے منسوب دکنی رسائل

ڈاکٹر جہاں آرا بیگم	اردو کی خواتین افسانہ نگار
ڈاکٹر مہ جبین نجم	کرشن چندر کی ناولوں میں نسوانی کردار
ڈاکٹر عبدالکریم تماپوری	دکنی ادب کی تحقیق کا تنقیدی اور ارتقائی مطالعہ
ڈاکٹر حلیمہ فردوس	شاذ تمکنت (حیات و خدمات)
ڈاکٹر شفیع احمد شریف	تذکرۃ البلاد و الحکام (فارسی) کو مرتب کر کے انگریزی ترجمہ کیا۔

پہلی پی ایچ۔ڈی حاصل کرنے والی ہستی ڈاکٹر فہمیدہ بیگم کی ہے جن کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم:۔ ڈاکٹر صاحبہ ریاست میسور کی ہی نہیں دکھن کی کافی اہم شخصیت ہیں۔ آپ ایک علمی خاندان کی چشم و چراغ ہیں والدہ کو علمی و ادبی ذوق ورثہ میں ملا تھا پنجاب یونیورسٹی سے عربی و فارسی اور اردو کی تعلیم حاصل کی۔ انکی علم دوستی کا فیض تھا کہ گھر کا ماحول علمی ادبی بنا رہا۔ ان کی آل اولاد نے اس ماحول میں پرورش حاصل کی۔ والدہ صغیر النساء بیگم بے پایاں علمیت کی مالکہ تھیں ان کی نگرانی میں ڈاکٹر صاحبہ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، ثانوی تعلیم کے لئے گڈ شیپرڈ کانونٹ میں داخل کیا گیا۔ ۱۹۵۷ء میں مہارانی کالج سے انٹرمیڈیٹ کیا۔ ۱۹۶۰ء مہاراجہ کالج سے بی اے آنرز اور ۱۹۶۱ء میں میسور یونیورسٹی سے اردو ایم اے کے امتحانات میں فرسٹ کلاس فرسٹ رینک حاصل کیا۔ ۱۹۶۲ء میں یو جی سی فیلوشپ حاصل ہوئی تو ڈاکٹر حبیب النساء کی نگرانی میں "ریاست میسور میں اردو مثنوی کا ارتقاء" تیار کرنا شروع کیا۔ آپ کے مقالے کا مواد مطبوعہ کم اور مخطوطات کی صورت میں زیادہ تھا۔ مخطوطات کی تلاش میں کتب خانوں کے چکر کاٹے خصوصاً حیدرآباد میں کافی دنوں قیام رہا ان کتب خانوں نے آپ کو ایک نئی دنیا میں پہنچا دیا۔ حیدرآباد کے علاوہ کئی اور شہروں کے کتب خانوں سے بھی براہ راست مواد حاصل کیا۔ قدیم ادب کے مطالعہ نے ان کے فکری رجحان کو قواعد، لغت اور زبان کے لسانی پہلوؤں پر مرکوز کیا۔ انہیں دنوں ۳۱/اکتوبر ۱۹۶۶ء کو مہارانیز کالج میسور میں آپ کا تقرر عمل میں آیا سال بھر بھی کام نہ کیا تھا کہ کامن ویلتھ سکالرشپ سکیم کے تحت آپکو وظیفہ ملا اسی دوران جناب خلیل احمد صاحب سے آپکی شادی ہوئی پھر آپ انگلینڈ چلی گئیں، جہاں آپ نے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیس میں داخلہ لیا۔ تین سال کے قیام کے بعد وہ ہندوستان واپس آئیں۔ اپنا مقالہ میسور یونیورسٹی کو پیش کیا جس پر ۱۹۷۳ء میں پی ایچ۔ڈی کی ڈگری عطا کی۔ مثنویوں پر یہ ایک بنیادی اتھارٹی ہے جس کے حوالہ کے بغیر مثنوی کی تحقیق کو ادھورا مانا جائے گا۔

۱۹۷۴ء میں جب بنگلور یونیورسٹی میں شعبہء اردو کا قیام عمل میں آیا تو آپ وہاں اردو لکچرر کام کرتی رہیں۔ آپ کے ساتھی صوفیہ حیرت انتقال کر گئیں اور آمنہ خاتون وظیفہ پر سبکدوش ہو گئیں۔ شعبہ میں آپ یکہ و تنہا رہ گئیں۔ اس یونیورسٹی کے نصاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یم اے فائنل کے اواخر میں طلبہ کو مقالے لکھنے پڑتے ہیں۔ طلباء کے امتحانات سر پر کھڑے تھے۔ مقالوں کے عنوانات دئے جا چکے تھے۔ فروری ۱۹۷۹ء کے بعد آپ کا تقرر ریڈر و صدر شعبہ اردو کی حیثیت سے عمل میں آیا تو آپ نے دن رات کی پرواہ کئے بغیر طلباء کے لئے محنت کی اور ان کے مقالے داخل کروائے اور انہیں اپنی اپنی منزل تک پہنچایا۔ اسی سال آپ کرناٹک اردو اکیڈمی کی رکن نامزد ہوئی ۱۹۸۰ء میں محمود ایاز صاحب کے مستعفی ہو جانے پر نومبر میں حکومت کرناٹک نے آپکو اکیڈمی کا صدر نامزد کیا۔ آپکے دور صدارت میں مختلف اسکیمیں تیار کی گئیں جیسے کنڑا۔اردو۔ڈکشنری پراجیکٹ، ریاست میں کتابت مرکز کا قیام، بہترین تخلیقی کتابوں کی اشاعت کے لئے مالی اعانت، طبع شدہ کتابوں پر انعامات، وغیرہ ان میں سے کچھ اسکیمیں اب بھی جاری ہیں۔ اسی دوران آپ کا تقرر ترقی اردو بیورو کی ڈائرکٹر کی حیثیت س عمل میں آیا۔ اب تک وہ صرف ریاست کرناٹک میں اردو کی ترقی کے لئے کوشاں تھیں اب آپکا دائرہ وسیع ہو کر سارے ملک میں اردو کی ترقی کے لئے تیار ہو گئیں۔ حکومت ہند نے قومی و علاقائی زبانوں کی ترقی و ترویج کے لئے کئی مثبت اقدامات کئے اردو ہندوستان کے کئی ریاستوں میں مستعمل زبان ہے اور ہندوستانی مشترکہ سماج اور وقار، وثقافتی ورثہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ مرکزی حکومت نے اردو کی ترقی اور بقاء کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لی، ۱۹۶۹ء میں ترقی اردو بورڈ تشکیل دیا گیا۔ نئی وزارت تشکیل پانے کے بعد مرکزی وزیر تعلیم پروفیسر نورالحسن ترقی اردو بورڈ کے صدر بنے۔ ۵نومبر ۱۹۷۴ء میں پہلی مرتبہ بورڈ کی تشکیل جدید کی گئی۔ اس بورڈ اور مختلف علوم کے پینلس کے سفارشات پر عمل کرتے ہوئے وزارت تعلیم اور سماجی بہبود کے زیر نگرانی حکومت ہند نے جولائی ۱۹۷۳ء علحدہ طور پر ترقی اردو بیورو کا قیام عمل میں آیا اور اس کا ایک دفتر بھی ۱۹۸۰ء میں پہلے ڈائرکٹر جناب شمس الرحمن فاروقی مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۱ء میں یونین پبلک سروس کمیشن کی جانب سے ترقی اردو بیورو کے ڈائرکٹر کی اسامی کے لئے اشتہار شائع ہوا، مسابقتی امتحان میں آپ نے حصہ لیا بنگلور یونیورسٹی اور صدر کرناٹک اردو اکیڈمی کے عہدوں سے سبکدوش ہو کر آپ نے جولائی ۸۲ء میں ترقی اردو بیورو کی حیثیت سے

چارج لیا، آپ نے اردو کی ترقی وترویج کے لئے مختلف پروجیکٹوں پر کام کیے، ہندوستان بھر میں کتابت مراکز کا قیام، جدید دور کے تقاضوں کے تحت کمپیوٹر سنٹروں کا قیام عمل میں لایا تا کہ اردو کتابوں کی اشاعتی کاروائی تیز رفتاری سے آگے بڑھ سکے اور روزگار بھی فراہم ہو۔ اردو کی ترقی وترویج واشاعت اور کتابوں کی نمائش اور سیمیناروں کا انعقاد کیا اور اس سلسلے میں پاکستان بھی گئے ۔ ماریشس میں اردو ورلڈ کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ نے وہاں حکومت ہند کی نمائندگی کی ۔ راحت آراء بیگم میموریل کمیٹی بنگلہ دیش کی دعوت پر ڈھاکہ کا سفر کیا۔ اس کے علاوہ فرانس، جرمنی اور ہالینڈ کا سفر بھی کیا۔ ۱۹۹۶۔۱۹۹۸ء میں آپ پھر شعبہء اردو جامعہ بنگلور میں بحیثیت اردو پروفیسر خدمات انجام دیکر وظیفہ پر سبکدوش ہوئیں ۔ ڈاکٹر صاحبہ کی ان خدمات کا اعتراف مختلف انداز میں ہورہا ہے۔ مثلاً امیر النساء بیگم نے عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے ڈاکٹر اشرف رفیع کی نگرانی میں آپکی حیات وخدمت پر یم فل کی ڈگری حاصل کی ۔ شمالی ہند میں آپ کی شان میں ایک تہنیتی اجلاس منعقد کیا گیا جس میں آپ کی شان میں ایک نظم پڑھی گئی جس میں آپکو "ملکہء اردو" کا خطاب دیا گیا۔ آپکی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے شعبہء اردو جامعہ بنگلور کے جشن سیمیں کے موقع پر ایوارڈ پیش کیا گیا۔ ڈاکٹر خلیل احمد داونگرہ نے کویمپو یونیورسٹی سے ڈاکٹر سی خلیل احمد کی نگرانی میں آپ کی حیات وخدمت پر تفصیلی مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ ڈی حاصل کی۔

تصانیف :۔

۱) ریاست میسور میں اردو مثنوی کا ارتقاء (مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی، غیر مطبوعہ)

۲) میسوری اردو اور نے ۱۹۷۵ء اس کتاب پر میسور یونیورسٹی نے بیسٹ ریسرچ ایوارڈ عطا کیا۔

۳) مجلّہ فکر وادب کا مثنوی نمبر ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۱ء شعبہء اردو بنگلور یونیورسٹی بنگلور

۴) مجلّہ فکر وتحقیق (تدریس دکنی ادب نمبر) ۱۹۸۹ء ترقی اردو بیورنئی دلّی۔

۵) شعور زبان (چھ مقالوں کا مجموعہ) ۱۹۸۹ء مغربی بنگال اردو اکادمی نے اس کتاب پر انعام عطا کیا۔

۶) اردو مثنوی مطالعہ اور تدریس (پندرہ مثنوی نگاروں کے منتخب مثنویوں کے کچھ اہم حصے) ۱۹۹۲ء

۷) راحت آرا بیگم کی افسانہ نگاری ومنتخب افسانے ۱۹۹۳ء

۸) ڈاک گھر (ڈراما) رابندر ناتھ ٹیگور مترجمہ راحت آرا بیگم مرتبہ ڈاکٹر فہمیدہ بیگم ۱۹۹۵ء

۹) قدیم اردو نظم (حصہ اول) ترقی اردو بیورنئی دلّی ۱۹۹۵ء

۱۰) ڈاکٹر ذاکر حسین (شخصیت ومعمار) ترقی اردو بیورو ۱۹۹۵ء

۱۱) اسماء الحسنیٰ مع حمد ونعت (ڈاکٹر محمد صبغۃ اللہ کے اشتراک سے مرتب کردہ) ۲۰۰۳ء

۱۲) مولانا خواجہ معانی اجمیری کی تصنیف "سارے ولیوں کے سردار ہمارے خواجہ غریب نواز" کا ڈاکٹر محمد صبغۃ اللہ سے بزبان کنڑا ترجمہ کروا کر ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔

کرناٹک یونیورسٹی :۔

ریاست کی قدیم جامعہ ہے یہاں پر شعبہ اردو قائم ہے۔ ڈاکٹر حیدر کرڈی صاحب صدر شعبہ تھے۔ آپ کی نگرانی میں ڈاکٹر برکت الحق قریشی المعروف بہ راہی قریشی نے کالی داس گپتا رضا حیات اور کارنامے موضوع پر پی ایچ ڈی کا مقالہ تیار کیا۔ جس پر انہیں کرناٹک یونیورسٹی نے ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی، جو کرناٹک یونیورسٹی کی پہلی ڈاکٹریٹ ہے۔ ۱۹۸۷ء میں آپ پوسٹ گراجویٹ سنٹر گلبرگہ کے صدر شعبہ رہے۔ قیام جامعہ گلبرگہ کے بعد شعبہ اردو میں بحیثیت ارد لکچر پھر ریڈر رہے۔ آپ اچھے شاعر بھی ہیں صحرا کا سفر، ضمیر شب، دیدہ بے خواب، عکس کی ہجرت (غزلیات کا مجموعہ ہے) چارسو (رباعیات کا مجموعہ ہے) نثری کارناموں میں آپکی مزاحیہ تخلیقات پچھلے پچیس برسوں سے مختلف رسائل وجرائد اور اخبارات میں شائع ہوتے رہے۔ اس کا ایک مجموعہ بھی شائع کر چکے ہیں۔ نذر رزاق فاروقی۔ رزاق فاروقی صاحب کی وظیفہ یابی پر آپ نے یہ کتاب مرتب کی جس میں موظف ہستی کے بارے میں مختلف مضامین کو مرتب کیا گیا ہے۔ آپکی نگرانی میں

چار طلباء وطالبات نے یم فل اور چھ پی ایچ ڈی کے مقالے تیار کیے اور ڈگریاں حاصل کیں۔

بنگلور یونیورسٹی:۔

یونیورسٹی کے قیام کے ساتھ ہی اہل بنگلور نے شعبہ اردو کے قیام کے لئے کوشش شروع کی جو ۱۹۶۷ء میں وائس چانسلر ڈاکٹر ایچ نرسمہیا کے دور میں بار آور ہوئی۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق وتدقیق کا کام آج بھی جاری ہے۔ ابتداء میں یم اے کے لئے ۵۱ طلباء نے درخواستیں دیں ان میں سے صرف ۲۶ طلباء کو داخلہ دیا گیا۔ اس شعبہ کے نصاب کی خصوصیت یہ ہے کہ سال آخر میں طلباء میں تصنیف وتالیف کی استعداد، تحقیق وتدقیق کی صلاحیتوں کو اجاگر کروانے کے لئے مقالہ لکھوایا جاتا ہے۔ ان میں سے کئی اہم مقالے زیور طبع سے آراستہ بھی ہو چکے ہیں۔ ساتھ میں فاصلاتی تعلیم بھی جاری ہے۔ جس سے ڈراپ آوٹ، برسرروزگار اور بیرون اضلاع اپنی تعلیمی تشنگی کو دور کر رہے ہیں۔ امتیازی کامیابی حاصل کرنے والوں کو گولڈ میڈل دیا جاتا ہے۔

بزم ادب کے قیام سے طلباء میں تقریری قابلیت اجاگر ہوتی ہے۔ تین مقابلے منعقد کیے جاتے ہیں ۱) بین الکلیاتی اردو مباحثہ۔ ڈاکٹر ایچ نرسمہیا (وی۔ سی) رولنگ شیلڈ ۲) پوسٹ گراجوئٹ شعبے کے طلبہ وطالبات کے لئے ڈاکٹر یم۔ شڈ اکشر سوامی (پرنسپل سنٹرل کالج) رولنگ شیلڈ ۳) بین الکلیاتی فی البدیہہ تقریر کے لئے مولوی محمد خان رولنگ شیلڈ۔ بزم کا اپنا ایک ترجمان ہے جس میں سالانہ رپورٹوں کے ساتھ ساتھ طلباء کی تحریری وتخلیقی قابلیتوں کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ شعبہ میں منعقد ہونے وال ادبی نشستیں، سیمینا سیمپوزیم توسیعی لکچرز کے علاوہ ہفت روزہ سیمینار بھی اہم ہوتے ہیں۔

ابتداء میں ڈاکٹر آمنہ خاتون اور ڈاکٹر فہمیدہ بیگم کا تقرر عمل میں آیا۔ آمنہ خاتون کے وظیفہ یابی کے بعد فہمیدہ بیگم ریڈر بنادی گئیں تو ڈاکٹر صوفیہ حیرت کا تقرر ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد فہمیدہ بیگم تنہا شعبہ کو سنبھالتی رہیں۔ پھر آپ ڈائرکٹر کے عہدہ پر فائز ہوئیں تو ڈاکٹر عبدالاحد صاحب نے شعبہ کا چارج لیا پھر م ن سعید بھی آگئے۔ ان کے ساتھ عارضی طور پر ڈاکٹر مہ نور زمانی بیگم، اقبال احمد اور یاسمین محمدی بیگم کام کرتی رہیں۔ م ن سعید کے وظیفہ یابی کے بعد مہ نور زمانی صدر شعبہ کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں۔ ساتھ میں یاسمین محمدی بیگم اور اقبال انسا بھی ہیں۔ عارضی لکچرروں کا تقرر بھی ہوتا ہے تاکہ شعبہ کا کام نپٹایا جاسکے۔

شعبہ اردو بنگلور یونیورسٹی کی پہلی صدر کے حیثیت سے جناب آمنہ خاتون کی حیات اور خدمات کا مختصر خاکہ یوں ہے۔

ڈاکٹر آمنہ خاتون:۔

ڈاکٹر آمنہ خاتون (۶ را کتوبر ۱۹۱۸ء اور وفات ۱۹ ر نومبر ۱۹۸۳ء) میسور کی ایک اہم شخصیت میں شمار ہوتی ہیں۔ میسور یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ تادم حیات درس وتدریس سے وابستہ رہیں۔ سینکڑوں طلباء وطالبات نے ان سے میسور اور بنگلور میں تعلیم حاصل کی، اور آج اعلی عہدوں پر فائز ہیں۔ ۴۹۔۴۸ء میں مولوی محمد خان کی زوجیت میں آئیں۔ شادی کے ایک یا دو سال بعد آپ نے اولاد نرینہ کو جنم دیا۔ ابھی چالیس دن کا عرصہ بھی ختم نہ ہوا تھا کہ آپ نے تحقیقی کام کے لئے علی گڈھ چلی گئیں جہاں پر محمد عزیز ریڈر وشعبہ اردو مسلم یونیورسٹی کی نگرانی میں تحقیقی مقالہ تیار کیا۔ دریائے لطافت کو ایڈٹ کیا جس پر ۱۹۵۲ء میں علی گڈھ یونیورسٹی نے پی ایچ ڈی کر ڈگری عطا کی۔ آپ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے علی گڈھ سے اردو میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحبہ کو قواعد، تاریخ ادب اور تنقید سے کافی دلچسپی تھی اور تحقیق کا شوق بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔ آپ ہمیشہ مصروف رہنے والی شخصیت تھیں، کتابوں کی تدوین وترتیب، مشاعروں کی تیاریاں، کانفرنسوں کی تیاریاں ہیں تو کبھی جرائد ومجلوں کی تیاری میں مصروف۔ ۱۹۶۷ء میں بنگلور یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کے لئے جدوجہد شروع ہوئی تو اس میں آپ نے جی جان سے شرکت کی اور ۱۹۷۴ء میں شعبہ کے قیام تک کوشاں رہیں۔ ٹیپو سلطان گولڈ مڈل پہلی رینک کو دینے کا اہتمام ہوا۔ اس دن سے آج تک یہ شعبہ فعال رہا ہے۔ اعلی تعلیم کے ساتھ ساتھ یہاں تحقیق وتدقیق کا کام جاری ہے۔ ۱۹۷۹ء میں وظیفہ یابی کے بعد میسور میں قیام رہا۔ میسور میں مراسلاتی کورس کی بناڈالی جس میں خواتین کو زیادہ خاص کر ملازم پیشہ خواتین کو اہمیت دی جاتی۔ آپ کا ایک ذاتی کتب خانہ بھی تھا جس میں بہت سی نادر اور اہم کتابیں جمع تھیں۔ طلباء وطالبات ان کے کتب خانہ سے کافی فائدہ اٹھاتے رہتے۔

تصانیف:۔ ۱) تحقیقی نوادر (۳۱ دسمبر ۱۹۴۹ء) ۲) لطائف السعادات (۱۹۵۵ء) ۳) ریاست میسور میں اردو (۱۹۶۰ء) ۴) غالب زندہ ہے:۔ (۱۹۶۹ء)

۵)لسانی مشقیں(۱۹۷۰)،۶)دکنی کی ابتداء،۱۹۷۰ء۷)گلہائے صد رنگ خطوط کا مجموعہ(۱۹۷۱ء)۸)شاہکار قدیم(فروری ۱۹۷۳)۹)اوراق بصیرت افروز

ڈاکٹر محمد نورالدین:(م ن سعید)

ڈاکٹر محمد نورالدین کی پیدائش ۱۹۴۵ء میں ہاسن میں ہوئی۔والدہ صغیرۃ النساء کا فیض تھا کہ گھر میں علمی وادبی ماحول ملا ابتدائی تعلیم میسور کے مختلف مدارس میں حاصل کی۔گورنمنٹ کالج سے بی۔ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔مانسا گنگوتری میسور سے اردو میں یم۔اے کا امتحان میں امتیازی کامیابی حاصل کی۔آپکا تخلیقی سفر ہائی سکول سے شروع ہوا۔ابتداء میں افسانہ اور شاعری سے دلچسپی رہی۔بعد میں شاعری ترک کردی اوران کا رجحان تنقید کی طرف مائل ہوگیا۔آپکے افسانے اور تحقیقی و تنقیدی مضامین ملک کے مقتدر اخبارات میں شائع ہوکر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں'پھوارہ'ان کے افسانوں کا مجموعہ ہے۔لسانیات کے مختلف پہلوؤں پر بھی گہری نظر ہے۔بھگوان لیس گدوانی کا شہرۂ آفاق ناول''دی سورڈ آف ٹیپو سلطان''کا اردو ترجمہ کیا جس کو روزنامہ''سلطان''بنگلور نے ۲۵ قسطوں میں شائع کیا جبکہ دوردرشن پر ٹیپو سلطان سیریل نشر کیا جارہا تھا۔جامعہ بنگلور نے ٹیپو سلطان پر انڈین کونسل آف ہسٹاریکل ریسرچ نئی دلی کے اشتراک سے ۱۸۔۱۹ جنوری ۹۲ء میں منعقد کیا جس کے سکریٹری سعید صاحب تھے۔اسی دوران آپکی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے'سروجنی نائیڈو ایوارڈ'سے نوازا گیا۔

ڈاکٹر سعید کا تدریسی سفر بحیثیت اردو لکچرر چکبالاپور کے منسپل کالج سے شروع ہوا۔۱۹۷۱ء میں کولی جیٹ ایجوکیشن سے وابستہ ہوئے بنگلور چکمگلور میں نمایاں تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ این سی سی سے بھی وابستہ رہے۔۱۹۸۲ء میں میسور یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا ہوئی۔۱۰ ستمبر ۱۹۹۲ء جامعہ بنگلور کے شعبہ اردو کے صدر کی حیثیت سے تدریسی وتحقیقی فرائض انجام دینے کے بعد تقریباً دو سال قبل وظیفہ پر سبکدوش ہوئے۔آپکے تدریسی سفر کے دوران کئی طلباء نے آپکی نگرانی میں تحقیقی مقالے تیار کیئے اور یم۔فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔وظیفہ یابی کے بعد حیدرآباد یونیورسٹی نے آپکو وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے مدعو کیا۔آجکل آپ کرناٹک اردو اکیڈمی کے صدر ہیں۔اس دوران اقبال کا''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا''کی صدی منائی گئی۔آپکی قیادت میں اس صدی کے منانے کا اہتمام کیا گیا جو بے حد کامیاب رہا۔اکاڈمی کا مجلہ اذکار کے پہلے شمارہ میں آپ نے گیان پیٹھ ایوارڈ یافتہ گریش کارناڈ کا مشہور ڈرامہ DREAMS OF TIPU SULTAN کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔

تصانیف:۔

حیات وجہی

اس کتاب کے دو ایڈیشن اب تک منظر عام پر آچکے ہیں۔کتاب کو مطالعہ کی سہولت کی خاطر پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلا باب گولکنڈہ ۹۷۴ھ تا ۹۹۰ھ دوسرا باب دربار میں باریابی سے پہلے ۹۹۰ھ تا ۱۰۱۱ھ،تیسرا باب دربار میں باریابی ۱۰۱۱ھ تا ۱۰۲۰ھ،چوتھا باب عتاب شاہی ۱۰۲۰ھ تا ۱۰۲۵ھ پانچواں باب دربار میں دوبارہ باریابی۔۱۰۳۵ھ تا ۱۰۷۰ھ

وجہی قدیم اردو ادب کا ایک قد آدم شاعر اور نثر نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔قطب شاہی دور میں ادب کی شاہی سرپرستی کے باعث کافی ترقی ہوئی،شاہکار ادب پارے منظر عام پر آئیں۔ان میں محمد قلی قطب شاہ کا دور کافی اہم ہے۔وجہی اس کے دربار کا ملک الشعراء رہ چکا تھا اور اپنی مثنوی قطب مشتری پیش کر کے اپنا مقام بنا چکا تھا۔لیکن ۱۰۳۵ھ تا ۱۰۷۰ھ میں وہی شاعر شاعری سے کتراتے ہوئے نثر کی طرف مائل ہوتا ہے کیونکہ شاعری کے میدان میں ملک الشعراء غواصی کا ستارہ عروج بام پر چمکتا نظر آرہا تھا۔اور وجہی کی شاعری ماند پڑ چکی تھی وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اب وہ اس میدان میں غواصی کا مقابلہ نہیں کرسکتا اسی لئے بادشاہ عبداللہ شاہ کی فرمائش پر اس نے کتاب''سب رس''جواب تک اردو نثر کا نقش اول سمجھا جارہا ہے تخلیق کی۔اپنے دور کی فصیح زبان اوراس کی شاعرانہ صلاحیتوں کا بھرپور استعمال فارسی زبان سے آراستہ کرکے مقفی ومسجع زبان لکھی جس کی مثال قدیم ادب میں بڑی مشکل سے ہی مل سکتی ہے۔واقعی اس نے اپنے حریف کو شکست دینے کے لئے جس میدان کا انتخاب کیا اس میں وہ کامیاب رہا۔لیکن اس شاعر نے اپنے دور اور اپنی سوانحی حالات پر بہت کم روشنی ڈالی۔م ن سعید نے بڑی تلاش وجستجو کے بعد اس کے حیات کے پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اس کتاب کے تیار کرنے میں ان کی بساط بھر کوشش کو کامیاب قرار دیا جاسکتا ہے۔اس کتاب کے مطالعہ کے بغیر وجہی کا مطالعہ ادھورا کہا جاسکتا

درالاسرار:۔ حضرت خواجہ بندہ نواز سے منسوب رسالہ:۔ ۱۹۸۵ء

یہ کتاب ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ دراصل یہ رسالہ تصوف سے متعلق ہے جس میں نو در کا بیان ہے۔ موضوع بحث رسالہ حضرت خواجہ بندہ نواز سے منسوب ہے۔ دراصل یہ رسالہ حضرت شاہ سلطان ثانی کا لکھا ہوا ہے جس کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ سلطان ثانی حضرت بندہ نواز کے سلسلہ خلفاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ شاہ یداللہ حسینی کے سلسلے میں چودھویں شمار پر آتے ہیں۔ آپ کا مزار تامل ناڈو کے شہر دوڈی گراپاڈی میں واقع ہے۔ آج کل آپ کی اولا دہی درگاہ اور اس کے متعلقہ امور کی دیکھ بھال کرتی ہے موجودہ سجادہ نشین حضرت سلطان شاہ اور حضرت سلطان ثانی میں باپ بیٹے کا رشتہ ہے۔ حضرت شاہ سلطان ملک روم کے کسی امارت کے امیر تھے۔ کسی بات سے متاثر ہو کر آپ نے دنیاداری ترک کر دی اپنے تین فرزندوں کے ساتھ گھومتے گھومتے ہندوستان پہنچے اور شہر سورت گجرات میں اقامت گزیں ہوئے۔ پھر گلبرگہ بیجاپور ہوتے ہوئے بیدر پہنچے اس وقت وہاں حضرت شاہ سید محمد اکبر حسینی کا شہرہ تھا ان کے ہاتھ پر بیعت کی کچھ عرصہ تک اپنے مرشد کی صحبت میں رہے پھر وہاں سے رخصت ہو کر تمل ناڈو آئے اور اب جہاں مزار ہے وہاں قیام فرمایا۔ آپ صاحب دیوان گذرے ہیں، آپکا دیوان کم وبیش تین ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ حضرت شاہ سلطان ثانی کو اپنے والد اور مرشد سے بڑی عقیدت تھی وہ اپنے والد سے زیادہ مشہور ہوئے ان کے مریدوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ آپ کے انتقال کے وقت عمر ۸۳ برس کی تھی ۱۱ رمضان ۱۰۹۷ھ آپکی تاریخ وفات ہے اس اعتبار سے آپکی تصنیف درالاسرار ۱۱ ویں صدی کے اواخر میں لکھی گئی۔ کتاب کا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو اس میں چند خامیاں کھٹکتی ہیں۔ مشاہدے کا فقدان، نظر کا سطحی پن اور عدم تفکر واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔ زبان وبیان کے اعتبار سے بھی یہ اعلیٰ پایہ کا نمونہ نہیں ہے۔ لیکن تمثیل نگاری کی وجہ سے اس کو ایک قابل ذکر مقام دیا جا سکتا ہے۔ مصنف نے ذات الٰہی کو دریا، آیات قرآنی کو موتی، محمد کو جوہری اور بازار کو دنیا سے تشبیہ دے کر تمثیلی اور افسانوی رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے۔ اس رسالہ کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ اس سے تین سو برس پرانی اردو زبان کا اندازہ لگانے میں آسانی ہوتی ہے، تصوف کے رجحان کا پتہ لگتا ہے۔ اس رسالہ کی تیاری میں ۱۶ مخطوطات اور ۲۵ مطبوعات کی مدد لی گئی ہے۔

حضرت بندہ نواز سے منسوب دکنی رسائل :یہ ان کی پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو پروفیسر محمد حنیف کلیم صاحب سابق وصدر شعبہ تدریس وتحقیق اردو جامعہ میسور کی نگرانی میں تیار کیا ۲۲۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ مقالہ کو دس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے چار ابواب تعارفی ہیں۔ اگلے چار ابواب میں معراج العاشقین، تلاوت الوجود، درالاسرار، شکارنامہ کا خصوصی تذکرہ ہے۔ اور بقیہ حصہ میں رسالوں کی لسانی اہمیت، بندہ نواز سے منسوب دیگر رسائل، اور ان رسائل کے غلط طور پر منسوب ہونے کے اسباب پر بحث کی گئی ہے اور آخری باب کتابیات کا ہے۔ اگر یہ مقالہ مطبوعہ شکل میں عوام تک پہنچ جائے تو بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے گا۔

شعبہ اردو جامعہ بنگلور کے تحقیقی مقالوں کے لئے موضوعات کے انتخاب میں ایک تنوع قائم ہے۔ یہاں دیئے جانے والے موضوعات ادبی تاریخ کے قابل لحاظ گوشوں کو اجاگر کرتے ہیں اسی طرح اردو نثر وشعری اصناف میں تعلیمی اور تہذیبی، سماجی اور مذہبی اقدار کو پیش کیا گیا ہے۔ خصوصی طور پر دکنی ادب کی فروغ واشاعت کو منظم طریقہ سے تحقیق کا موضوع بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فن اور شخصیت اور حیات وکارنامے جیسے موضوعات پر بھی مقالات پیش ہوئے ہیں۔ ذیل کی جدول میں اس شعبہ سے حاصل کی جانے والی پی ایچ۔ڈی کے موضوعات اور ان کی تعداد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

موضوع تحقیق	مقالہ نگار	نگراں	سال
۱) غواصی کی مثنویوں کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر محمد صبغتہ اللہ	ڈاکٹر فہمیدہ بیگم	۱۹۸۹ء
۲) جنوبی ہند کی متصوفانہ مثنویاں	ڈاکٹر مہ نور زمانی بیگم	ایضاً	۱۹۹۰ء
۳) اردو میں تاریخی ناول نگاری	ڈاکٹر محمد اقبال احمد	ایضاً	۱۹۹۰ء
۴) اضراب سلطانی، ادبی وتاریخی مطالعہ	ڈاکٹر عبدالمناف	ڈاکٹر م ن سعید	۹۳-۹۴ء
۵) بیسویں صدی میں اردو طنز ومزاح	ڈاکٹر زبیدہ بیگم	ایضاً	
۶) اردو کی ترقی میں قطعہ ملناڈ کی خدمات	ڈاکٹر سی سید خلیل احمد	ایضاً	۹۴-۱۹۹۵ء
۷) محمود خاں محمود بنگلوری حیات وخدمات	ڈاکٹر سید رفیق	ایضاً	
۸) کرناٹک میں اردو افسانہ نگاری کا ارتقاء	ڈاکٹر قاضی ضیاء اللہ	ایضاً	

۹) کرناٹک کا عوامی ادب　　　آر۔عبدالحمید　　　ڈاکٹر فہمیدہ بیگم

ان کے علاوہ کئی ایم فل اور ایم اے کے مقالے بھی تحریر کیے گئے جن پر انہیں ڈگریاں دی جا چکی ہیں۔ تحقیق وتنقید کا کام جاری ہے ہنوز کئی اور مقالے عنقریب داخل ہورہے ہیں اور ڈگریاں ملنے والی ہیں۔ جامعہ بنگلور سے پہلی پی ایچ۔ڈی کی ڈگری پانے والے ڈاکٹر محمد صبغتہ اللہ کی ادبی خدمات کا مختصر خاکہ یوں ہے۔

ڈاکٹر محمد صبغتہ اللہ:۔

پیدائش ۲۷ ستمبر ۱۹۵۰ء (۱۴ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ) چتر اور گہ۔ والد صاحب مولوی محمد عبداللہ سعیدی ملازمت کے سلسلے میں چامراجنگر آئے اور اسی کو اپنا وطن ثانی بنا لیا۔ جس کے باعث ابتدائی تعلیم چامراجنگر میں حاصل کی۔ مانسا گنگوتری میسور سے ایم اے اردو اور ایم اے مڈل ایسٹرن سٹڈیز ۱۹۷۵ء میں مکمل کرنے کے بعد فسٹ گریڈ کالج سرا میں اردو لکچرر کی حیثیت سے تدریسی سفر کا آغاز ہوا۔ ۱۹۸۴ میں یہ کالج سرکاری تحویل میں آ گیا ٹمکور، بنگلور اور کولار کی سرکاری کالجوں میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ اسی دوران ڈاکٹر فہمیدہ بیگم کی نگرانی میں ''غواصی کی مثنویوں کا تنقیدی مطالعہ مقالہ تیار کیا جس پر ۲۲ ستمبر ۱۸۸۹ء میں جامعہ بنگلور نے پی ایچ۔ڈی کی سند عطا کی۔ یہ مقالہ کرناٹک اردو اکاڈمی کی جزوی مالی اعانت سے ۹۶۔۹۷ء منظر عام پر آیا۔ راقم الحروف کا تخلیقی سفر ڈگری کے تعلیم کے دوران ہی شروع ہوا۔ آج تک مختلف موضوعات پر مضامین مقالے، کتابوں پر تبصرے اور جائزے اور تراجم جن کی تعداد ۴۰۔۴۵ سے زیادہ ہے۔ ملک کے موقر اخبارات اور رسائل میں شائع ہوتے آرہے ہیں۔ سیمینار، ورک شاپ، سمپوزیم وغیرہ میں کافی دلچسپی ہے ان میں شرکت بھی کی ہے اور مقالے پیش کیے ہیں۔

تصانیف :۔ ابتک ۳۰۔۳۵ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور کچھ کتابوں کا کام جاری ہے۔ پہلی کتاب **''سرا تاریخ کے آئینے میں''** کا پہلا ایڈیشن جولائی ۱۹۸۶ء میں کرناٹک اردو اکاڈمی کے مالی تعاون سے شائع ہوا۔ جس پر روزنامہ سالار اور منصف حیدرآباد میں تبصرے شائع ہوئے۔ ''مذکورہ کتاب میں صبغتہ اللہ نے سرا کی کشمکش، تہذیب وثقافت، زبان وتمدن، وہاں کے اولیائے کرام، ارباب تصوف، سبھی باتوں کا جامع اور مختصر انداز میں احاطہ کیا ہے.......مذکورہ کتاب میں مصنف نے سرا کی تاریخی عمارات کی نادر تصاویر بھی شائع کی ہیں جو رفتہ رفتہ کمیاب ہوتی جارہی ہیں۔....مجموعی طور پر 'سرا تاریخ کے آئینہ میں' اردو کتب میں قابل قدر اضافہ ہے۔(جمعرات روزنامہ سالار ۲۵ دسمبر ۱۹۸۶ء)

دیگر اہم کتابوں میں **ڈرامے کا فن اور انارکلی** (۱۹۹۳ء دوسرا ایڈیشن) **غواصی کی مثنویوں کا تنقیدی مطالعہ** ۱۹۹۶ء **بیناستونتی کا تنقیدی جائزہ** ۱۹۹۶ء، **تذکرہ محققین کرناٹک** ۱۹۹۶ء، **مثنوی اضراب سلطانی** از حسن علی عزت ۱۹۹۰ء **تصوف اور صوفیائے کرام** ۱۹۹۴ء، **دکھنی لغات اور فن شاعری** (بہ اشتراک سید ابوتراب خطائی ضامن) **اسماء الحسنٰی مع حمد ونعت، اور سب ولیوں کے سردار ہیں ہمارے خواجہ خواجہ اجمیری کی سوانح حیات** کا کنڑا ترجمہ (بہ اشتراک ڈاکٹر فہمیدہ بیگم بنگلور) تراجم میں پروفیسر محمد حسن کا مشہور اسٹیج ڈراما 'ضحاک' (بزبان کنڑا) ۱۹۸۶ء بشیر کا کنڑا ڈراما **'ٹیپو سلطان'** کا اردو ترجمہ (۲۰۰۰ء) کرشن چندر کا شہرہ آفاق ڈراما 'دروازے کھول دو' **چاندبی بی**، ریوتی شرن شرما کا مشہور ڈراما **انسان** (مانوا) وغیرہ شامل ہیں۔ ان کتابوں کی اشاعت پر مختلف اکادمیوں نے جزوی مالی اعانت دی تو کئی اکاڈمیوں نے ایوارڈ پیش کیے اور کئی اداروں نے عزت افزائی کی جس میں ٹیپو سلطان پر چار سمیتی کا **ٹیپو رتن ایوارڈ** اور اکھلا بھارتیہ ساہتیہ سمیلن بھوپال نے اپنی ستر ھیوں کانفرنس منعقدہ بنگلور بتاریخ ۱۶ رجون ۲۰۰۴ء میں راقم الحروف کی مجموعی خدمات کے اعتراف میں 'ساہتیہ **شری ایوارڈ**' پیش کیا، جو ہندوستانی زبانوں میں کسی اردو داں کو حاصل ہونے والا پہلا ایوارڈ ہے۔

جامعہ گلبرگہ :۔

جامعہ کے قیام سے ۳ سال قبل کرناٹک یونیورسٹی نے گلبرگہ میں پی جی سنٹر قائم کیا تھا جہاں اردو ایم اے کی تدریس کا کام چل رہا تھا۔ جس کے پہلے مقامی صدر شعبہ اردو راہی قریشی رہے۔ جامعہ کے قیام کے بعد جب باضابطہ تقررات عمل میں آئے تو ڈاکٹر محمد عبدالرزاق فاروقی اس شعبہ کے پہلے صدر شعبہ مقرر ہوئے۔ ساتھ میں ڈاکٹر راہی قریشی، ڈاکٹر قیوم صادق اور ڈاکٹر لئیق خدیجہ لکچرر مقرر ہوئیں۔ اردو میں تحقیق کا ذوق پیدا کرنے کے لئے ۱۹۸۲ء سے پری پی ایچ۔ڈی اور ایم

۔فل کی کلاسیں شروع ہوئیں، اس طرح طلبہ کو تحقیق کی ٹیکنیک اور طریقہ ءکار سے واقف کرایا جاتا ہے۔ اس جامعہ کے تحقیقی موضوعات کے انتخاب میں ایک تنوع قائم رکھنے کے لئے ادبی تاریخ کے قابل لحاظ گوشوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس طرح نثر وشاعری کے ضلعی سطح پر عہد بہ عہد ارتقاء، اردو کے نثری وشعری اسالیب اور اردو نثر وشعری اصناف میں تعلیمی وتہذیبی، سماجی اور مذہبی اقدار کو پیش کیا گیا ہے۔ خاص طور پر آصف جاہی عہد میں دکنی ادب کے فروغ واشاعت کو بھی منظم طریقہ سے تحقیق کا موضوع بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فن وشخصیت، حیات اور کارنامے جیسے موضوعات پر بھی وقیع مقالات پیش کئے گئے ہیں۔ ذیل کی جدول میں جامعہ گلبرگہ سے جن ریسرچ سکالروں نے اردو میں ڈاکٹریٹ کی ڈگریوں کے لئے جن موضوعات کا انتخاب کیا ہے ان کے چند نام یہاں گنائے جارہے ہیں۔ تحقیق وتنقید وتدقیق کا کام ہنوز جاری ہے۔

موضوع تحقیق	مقالہ نگار	نگراں	سال
۱) عہد آصف جاہی میں اردو نثر نگاری	ڈاکٹر طیب انصاری	ڈاکٹر قیوم صادق	۱۹۸۶ء
۲) عہد آصف جاہی میں اردو نعتیہ شاعری	ڈاکٹر اطہر النساء بیگم	ڈاکٹر عبدالرزاق فاروقی	۱۹۸۷ء
۳) نواب بہادر یار جنگ حیات وخدمات	ڈاکٹر زاہد حسین تماپوری	ایضاً	۱۹۸۷ء
۴) رشید احمد بیدری فن اور شخصیت	ڈاکٹر حنیف سیف ہاشمی	ایضاً	۱۹۸۷ء
۵) عطا کلیانوی حیات وخدمات	ڈاکٹر اکرام الدین باغ	ایضاً	۱۹۸۸ء
۶) اردو زبان وترویج واشاعت میں روزنامہ سیاست کا حصہ	ڈاکٹر سید حمید الدین قادری شرفی	ڈاکٹر محمد عبدالرزاق فاروقی	۱۹۹۰ء
۷) اردو شاعری میں تعلیمی تصورات	ڈاکٹر خلیل مجاہد	ایضاً	۱۹۹۰ء
۸) پرفیسر سید مبارز الدین کی ادبی خدمات	ڈاکٹر حشمت فاتحہ خوانی	ڈاکٹر قیوم صادق	۱۹۹۱ء
۹) پروفیسر سید احمد کی ادبی خدمات	ڈاکٹر جلیل تنویر	ایضاً	۱۹۹۱ء
۱۰) آزادی کے بعد مطالعہ اقبال	ڈاکٹر کریم رضا	ڈاکٹر عبدالرزاق فاروقی	
۱۱) ضلع بیدر میں اردو زبان وادب اور تعلیم کا جائزہ	ڈاکٹر ظفر اقبال	ڈاکٹر راہی قریشی	۱۹۹۱ء
۱۲) ضلع رائچور میں اردو زبان وادب اور تعلیم کا جائزہ (آزادی کے بعد)	ڈاکٹر عبدالخلیل	ڈاکٹر عبدالرزاق فاروقی	۱۹۹۲ء
۱۳) اظہر افسر اور ان کی ڈرامہ نگاری	ڈاکٹر محمد وحید انجم	ڈاکٹر راہی قریشی	
۱۴) اردو زبان وادب صحافت اور تعلیم کا مطالعہ کرنول میں (آزادی کے بعد)	ڈاکٹر محمد ماجد علی داغی	ڈاکٹر عبدالرزاق فاروقی	
۱۵) سلیمان خطیب فن اور شخصیت	ڈاکٹر شمیم ثریا	ڈاکٹر طیب انصاری	
۱۶) پروفیسر اکبرالدین صدیقی کی ادبی خدمات	ڈاکٹر محمد رفیق پوے گر	ایضاً	
۱۷) عابد علی خاں فن اور شخصیت	ڈاکٹر رفیعہ قادری	ایضاً	
۱۸) جیلانی بانو فن اور شخصیت	ڈاکٹر زرینہ ناہید	ایضاً	
۱۹) کرناٹک میں اردو صحافت	ڈاکٹر انیس صدیقی	ایضاً	

جامعہ گلبرگہ سے پہلی پی ایچ۔ڈی حاصل کرنے والے ڈاکٹر طیب انصاری کا مختصر خاکہ یوں ہے

ڈاکٹر طیب انصاری:۔ ایک استاد، نقاد، محقق مقرر اور دانشور کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ تدریس ان کا پیشہ رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ تحقیق کے میدان میں بھی انہوں نے قدم رکھا ڈاکٹر قیوم صادق کی نگرانی میں ''عہد آصفیہ میں اردو نثر کا ارتقاء'' تحریر کیا جس پر انہیں جامعہ گلبرگہ نے ۱۹۸۶ء میں ڈاکٹریٹ عطا کی جو جامعہ گلبرگہ کی پہلی پی ایچ۔ ڈی ہے۔ تحریر و تقریر ان کا بہترین مشغلہ ہے۔ اب تک کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ اکثر کتابوں پر انہیں ملک کے مختلف اکاڈمیوں نے ایوارڈ عطا کیا ہے۔ آپکی ادبی خدمات کا اعتراف اکثر ادیبوں اور نقادوں نے کیا ہے جس میں ڈاکٹر طیب انصاری 'عکس و شخص' مجلس ادب بنگلور، ڈاکٹر جلیل تنویر کا کتابچہ 'طیب انصاری کی پچیس سالہ ادبی خدمات'، اور ممتاز بیگم کا یم فل کا مقالہ ڈاکٹر طیب انصاری کی ادبی خدمات (۲۰۰۲ء) قابل ذکر ہیں۔

حیدرآباد کرناٹک کے محققین اور تنقید نگاروں میں پروفیسر ہاشم علی، (مغز مرغوب، ۱۹۲۶ء، میراں جی شمس العشاق (۱۹۷۴ء) ڈاکٹر قیوم صادق، (بیجاپور کی اردو مثنویاں ۱۹۸۰ء) ڈاکٹر عبدالرزاق فاروقی، (اودھ پنج کی ادبی خدمات ۱۹۸۰ء ابوالکلام آزاد کے تعلیمی تصورات ۱۹۸۳ء)۔ بلنسار اطہر احمد (دکنی مثنویوں میں منظر نگاری ۱۹۸۰ء، حرف اکتساب ۱۹۸۱ء)، خالد سعید (تغیرات ۱۹۸۷ء) سید مجیب الرحمٰن ماورائے شعور ۱۹۹۰ء اور حمید سہروردی (بین السطور، تنقیدی مضامین اور انشائیوں کا مجموعہ) اہمیت کے حامل ہیں۔

جامعہ کومپو شیموگہ :۔

شیموگہ علاقہ ملناڈ کا مرکزی شہر ہے۔ کنڑ الفظ ملناڈ یا ملے ناڈو کا مطلب ہے 'بارش کی سرزمین'۔ یہ خطہ زمین سہیادری پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے گھنا جنگل ان پہاڑیوں پر میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی سرزمین سے متعلق کنڑ ادب کی مشہور ہستی کومپو کی ہے۔ ان کا اصل نام کے وی پٹپا (۹۴-۱۹۰۴ء) تھا تخلص کومپو۔ اسی تخلص سے وہ پہچانے جاتے ہیں ملناڈ کے ایک قریہ ہرے کوڈگو میں آپ پیدا ہوئے۔ کپلی میں پرورش پائی ابتدائی تعلیم تیر تھلی میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم میسور میں۔ انہوں نے کنڑ ادب کو اپنی تخلیقات سے مالا مال کیا۔ وہ بیک وقت شاعر، ادیب، افسانہ نگار، ناول نگار اور ڈرامہ نگار بھی تھے ان کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے دنیا کو وشو مانو (عالمی انسان) کا پیغام دیا۔ شری رامائن درشنم ان کا عظیم الشان منظوم کارنامہ ہے جس پر انہیں ۱۹۶۸ء میں کنڑ ادب کا پہلا گنان پیٹھ ایوارڈ حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ انہیں کیندر ساہیتہ اکیڈمی ایوارڈ، پمپا ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ راشٹر کوی، پدم بھوشن،، کرناٹک رتن جیسے اہم اعزازات بھی دیے گئے۔ ان کے ان ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں کے اس علاقہ میں جامعہ کے قیام کا مطالبہ دیرینہ تھا ۱۹۸۷ء کو پورا ہوا۔ شیموگہ، بھدراوتی اور اس کے اطراف اکناف کے علاقہ میں اردو بولنے والوں کی کافی تعداد ہے یہاں پر لا تعداد اردو کی انجمنیں ہیں اور اردو مدارس ہیں۔ یونیورسٹی کے قیام کے فوری بعد اردو والوں نے شعبہ اردو کے قیام کے لئے جدوجہد جاری رکھی اور یہ مطالبہ ۴ دسمبر ۱۹۹۴ء کو پورا ہوا۔ تین شعبہ اردو ہندی اور سنسکرت بیک وقت قائم ہوئے۔ شعبہ اردو کے پہلے صدر کی حیثیت سے ڈاکٹر حنیف سیف ہاشمی نے ۱۶ دسمبر ۱۹۹۳ء کو اپنے عہدہ کا جائزہ لیا۔ ساتھ ہی جناب ڈاکٹر سی۔ خلیل احمد اور شاہد ار عقیل اس شعبہ میں لکچرر مقرر ہوئے۔ تقریباً دیڑھ دہائی کے وقفہ میں کئی طلباء و طالبات نے یہاں سے اردو ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ان اساتذہ کی محنت و مشقت سے آج طلباء میں ایک ادبی ذوق اجاگر ہو چکا ہے۔ تحقیق اور تنقید کے میدان میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی ہے جس کی مثال کرناٹک یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے جناب قدیر ناظم سرگروہ اور خلیل احمد لکچرر داونگرہ کے پی ایچ۔ ڈی حاصل کرنا ہے۔

دیگر قابل ذکر محققین:۔

مولوی محمد خاں صاحب:۔ کو اردو زبان و ادب کی تدریس کے علاوہ تحقیق و تدوین سے دلچسپی تھی تو انہوں نے اپنے ذاتی کتب خانے میں میسور کے ادباء و شعراء کے بارے میں کافی ذخیرہ جمع کیا تھا اور تذکرہ سخنوران میسور کے نام سے کتاب بھی شائع کروانا چاہتے تھے اس کے کچھ حصے انہوں نے رسالہ اردو، جنوبی ہند کا بہترین ادب اور کچھ دیگر رسالوں میں شائع کروائے۔ اوراق بصیرت افروز میں دو مضامین ''شہادت جنگ سلطانی'' اور ''ریاست میسور میں مسلمان'' تاریخ، تحقیق اور تدقیق کا نادر نمونہ ہیں۔ ان مضامین میں ایسے تحقیقی انکشافات پیش کئے گئے ہیں جو ان سے پہلے اردو زبان میں شاید ہی پیش ہوئے ہوں اور کسی زبان کی کتاب میں یکجا نہیں ملتے۔ اس کے علاوہ تین مخطوطات شہادت جنگ سلطانی، مفرح القلوب اور رسالہ احکام النکاح شائع کئے گئے ہیں۔ محمد خان صاحب نے لغات غرائب بذا،

قاضی محمد عبداللہ حسین، خلیل نیلسندر بنگلوری، رسالہ احکام النکاح، شہادت سلطان شہید از حسین علی کرمانی تخلص حاکم وغیرہ شامل ہیں، پیش کئے۔

پروفیسر خضر علی خاں مرحوم: ۔(ولادت ۲۰؍اکتوبر ۱۹۱۰ء۔ وفات بروز چہار شنبہ ۱۷ماہ رمضان ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۹؍جون ۱۹۹۳ء شب کے ساڑھے آٹھ بجے) آپ ریاست میسور کے مایہ ناز مشفق استاد اور محقق گذر چکے ہیں۔۱۹۳۳ء میں بی اے کی تعلیم مہاراجہ کالج سے حاصل کی۔ ۱۹۳۶ء میں فارسی یم اے کیا۔ ۱۹۳۷ء میں آپ نے مہاراجہ کالج میں بحیثیت لکچرر تقرر عمل میں آیا۔ ۱۹۴۱ء میں آپ نے کیمنب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے مولانا روم کی مشہور زمانہ کتاب فیہ مافیہ کو ایڈٹ کیا تھا جس پر آپکو ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی گئی۔ اور کئی سالوں تک مہاراجہ کالج میں شعبہ عربی، فارسی اور اردو میں خدمت انجام دینے کے بعد ۱۹۵۰ء میں صدر شعبہ بنے۔ رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے پرنسپل بنائے گئے۔ وظیفہ یابی کے بعد بھی آپ میسور یونیورسٹی کے کئی شعبوں سے بحیثیت ممتحن، اور رکن مجلس نصاب وغیرہ رہے اور میسور یونیورسٹی آپکے زرین مشوروں سے ہمیشہ استفادہ کرتی رہی۔ نیو مسلم ہاسٹل کے آپ مؤسس بھی رہ چکے تھے۔ باہر سے آنے والے طلباء کے قیام کا مسئلہ آپ نے سلجھایا تھا۔ آج بھی یہ ہاسٹل ان کی رہین منت ہے۔ آج بھی ریاست کے بہت سارے طلباء کا قیام یہاں پر ہے اور اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

پروفیسر میر محمود حسین: ۔ پیدائش ۱۹۲۰ء وفات ۲۳ستمبر ۱۹۹۱ء) آپ شہر میسور کے علمائے دین و مدرسین کے چشم و چراغ تھے۔ اپنے والد ابوالمظفر، مولوی مہاراجہ کالج میسور سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ جامعہ میسور سے بی اے آنرز اور یم اے فارسی کیا۔ جستجو اور تحقیق کا شوق ورثہ میں پایا تھا۔ چند سال ٹریننگ کالج میسور میں لکچرر رہے۔ پھر مہاراجہ کالج آئے۔ شعبہ اردو جامعہ میسور میں آپکا تقرر فارسی لکچرر کی حیثیت سے عمل میں آیا۔ لیکن آپ فارسی کے علاوہ عربی، اور اردو کی بھی تدریس کیا کرتے تھے۔ ملازمت کے آخر چار سال شعبہ اردو کے صدر بھی رہے۔ کل ۳۵ سال تک اس خدمت کو انجام دے کر ۱۹۸۰ء میں وظیفہ پر سبکدوش ہوئے۔

مولانا کا شمار ریاست کے اہم ترین محققوں میں ہوتا تھا۔ آپ کا تحقیقی کام ان امور پر مشتمل ہے۔

پھول بن ابن نشاطی (ترتیب و تدوین) ۲) ریاست میسور میں فارسی زبان و ادب ۳) ریاست میسور کے فارسی عربی اور اردو کتبوں کا مطالعہ (اتر پردیش اردو اکادمی انعام یافتہ) ۴) فارسی کا اثر کنڑا پر ۵) کرناٹک میں دکنی اور اردو کا ارتقاء۔

مطبوعات: ۔ کلیات نسیم میسوری (مرتبہ) اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے ۲) علامہ اقبال کی داستان دکن ۳) کنڑی ادب کی تاریخ (ترجمہ) ساہتیہ اکادمی دلی سے شائع ہوئی۔ ۴) غلام حسین کا فارسی کلام (غلام حسین ٹیپو سلطان کے شاہی منجم تھے) ۵) مقالات محمود ۶) ادبیات میسور ۷) علامہ اقبال میسور میں اور دیگر مضامین (بہار اردو اکادمی انعام یافتہ) عربک لی مینٹس ان کنڑا ۱۰) جامعہ میسور کی اردو نصابی کتابیں مرتب کیں۔

ان کے علاوہ بیشتر مضامین، مقالات بزبان اردو، فارسی اور انگریزی ملک کے موقر اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ ۲) جامعہ میسور کا سالنامہ ''مخزن'' آپکی ادارت میں شائع ہوتا تھا اس کے دو اہم شمارے ۱) ٹیپو سلطان نمبر ۲) میسور میں اردو اہم ہیں۔ ۳) اقبال صدی کے موقع پر جامعہ میسور میں اقبال صدی منانے کا اہتمام کیا اور اس موقع پر ''ٹیپو سلطان گولڈ میڈل'' قائم کیا۔ آپ کی تصانیف 'فارسی میں رباعی' 'فارسی میں غزل' اور ابوالفضل پر جامعہ میسور نے تین انعام دیئے۔

اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میسور جامعہ میسور کی مخطوطات کی لائبریری ہے جہاں آپ نے ریاست بھر میں تلاش و جستجو کے بعد ڈھائی ہزار عربی فارسی اور اردو مخطوطات جمع کئے تھے۔ یہاں ان کی ٹھیک طرح سے دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث پروفیسر بی۔ شیخ علی کی سفارش پر انہیں سٹیٹ آرکیوز منتقل کر دیا گیا۔ ملازمت سے وظیفہ یابی کے بعد آپ ٹیپو سلطان ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سری رنگاپٹن کے اعزازی ڈائرکٹر رہے۔ اس دوران آپ نے ہر سال پابندی کے ساتھ ایک تحقیقی مجلہ سلطان کے نام سے شائع کرتے رہے۔ باقیات میسور کے ص ۳۸ پر اکرام کاوش آپ کے کتب خانے کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔ آپ کے ذاتی کتب خانہ میں سرکار خداداد کے شعراء پر مولوی کریم الدین کا لکھا قدیم تذکرہ موجود ہے۔ ماضی قریب کے شعراء کا تذکرہ 'سرمہ بصیرت' کا ایک عدد نسخہ جس کے مصنف بزرگ صوفی احمد علی احمد مرحوم تھے، موجود ہے۔ میسور کے شاعر میر حیات میسوری کے لکھے چند قلمی رسالے اور دیگر میسوری بزرگوں کے تحریر کردہ قلمی کتابیں اور سرکار خداداد پر لکھی سبھی قدیم تاریخی کتابیں موجود ہیں دیگر دستاویزات میں سلطان کے چند خطوط، شاہی فرامین کی زیراکس محفوظ ہیں۔ آپ نے بہت سی کتابیں ٹیپو سلطان ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سری رنگ پٹن کو بطور عطیہ دے دیں مذکورہ انسٹی ٹیوٹ آپ ہی کی کوشش سے قائم ہوا تھا۔

آپ کی نگرانی میں جناب شفیع احمد شریف مرحوم مدیر آفتاب کرناٹک نے میر حسین علی کرمانی کی کتاب ''تذکرۃ البلاد والحکام'' (فارسی تاریخ کرناٹک) کو مرتب کروا کر اس کا انگریزی میں ترجمہ کروایا جس پر جامعہ میسور نے انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۹۱ کو میسور کی علمی و ادبی روایت کی آخری نشانی ختم ہوگئی۔ آپ کے بے شمار شاگرد ساری ریاست میں پھیلے ہوئے ہیں اور اردو تدریس، تحقیق وتنقید میں جتے ہوئے ہیں۔ ''ٹیپو سلطان کے خواب'' جس کا مسودہ ڈاکٹر خضر علی خاں ولایت سے اپنے ساتھ لائے تھے اردو میں ترجمہ کیا تھا آپ کے انتقال کے بعد کرناٹک اردو اکادمی نے اسے شائع کیا۔

عبدالغفار شکیل:۔ شکیل صاحب کا شمار ہندوستان کے نامور ادبا و فضلاء میں ہوتا ہے۔ آپ ضلع میسور ہنور میں ۷ مئی ۱۹۲۹ کو پیدا ہوئے ابتدائی و ثانوی تعلیم کے بعد انٹرمیڈیٹ کا امتحان میسور ہی میں پاس کیا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے علی گڈھ گئے اور یہاں ۱۹۵۱ء میں یم۔اے۔ اردو اور ۵۴ء میں یل یل بی کی سند حاصل کی۔ ریاست کے مختلف کالجوں میں درس وتدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے کہ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہء اردو میں بحیثیت لکچرر مستقل ملازمت ملی ۱۹۵۶ء میں بحیثیت مہمان پروفیسر شکاگو یونیورسٹی امریکہ میں ایک سال اردو پڑھایا۔ ۱۹۶۸ء میں اردو میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ ۱۹۷۱ء شعبہء لسانیات میں بحیثیت ریڈر فائز ہوئے پھر ۱۹۷۳ء میں شعبہ کی صدارت کا جائزہ لیا۔ ور ۱۹۷۷ء میں لسانیات میں علی گڈھ مسلم یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۰ء تک آپ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ ۸۰۔۸۱ء میں بنگلور یونیورسٹی کے شعبہء اردو نے آپ کو بحیثیت مہمان پروفیسر مدعو کیا۔ یہاں آپ کی نگرانی میں ایک یم فل کا مقالہ اور دو یم اے کے مقالے تیار ہوئے۔ ۱۹۸۵ء میں شعبہء لسانیات کا پروفیسر اور چیرمین بنادیا گیا۔ آپ کی نگرانی میں ایک یم فل اور چھ پی ایچ ڈی کے مقالے لکھے گئے جن پر علی گڈھ یونیورسٹی نے ڈگریاں عطا کیں۔

تحقیقی تجربہ:۔ آپ نے ۱۹۶۲ء میں شکاگو یونیورسٹی امریکہ کے ایک پروجیکٹ اسٹرو ایشیاٹک لینگویج (مندابولی) اڑیسہ کے ایک پروجیکٹ میں ریسرچ اسوسیٹ کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۶۳ء میں ایک محقق کی حیثیت سے دکھنی اردو لغت تیار کی۔ ۱۹۶۳ء میں نوادر ابوالکلام (نادر تصانیف) ابوالکلام کے افسانے اور نوادر اقبال (نادر نظمیں) کی ترتیب دی جو سرسید بک ڈپو علی گڈھ سے شائع ہوئیں اور جامعہ اردو علی گڈھ کے نصاب میں شامل کی گئیں۔ بکٹ کہانی کا مصنف اور اس کا وطن (کتابچہ) ۱۹۷۱ء میں شائع کیا۔ بنیادی ہندی اردو (حصہ اول و دوم) زبان و مسائل زبان ۱۹۷۴ء میں شعبہء لسانیات مسلم یونیورسٹی نے طبع کرایا۔ لسانی وتحقیقی مطالعے، شعبہء لسانیات علی گڈھ مسلم یونیورسٹی نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔ اقبال کے نثری افکار انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی نے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا۔ سرسید کی غیر مطبوعہ تصنیف صرف ونحو اردو کو ایڈٹ کیا جس کو انجمن ترقی اردو پاکستان (کراچی) نے ۱۹۸۷ء میں شائع کیا۔ دیوان ابوالکلام آزاد کو خدا بخش لائبریری او۔ آر۔ آئی پٹنہ نے ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔ آپ متعدد علمی و ادبی انجمنوں سے ۱۹۷۳ء سے وابستہ رہے وظیفہ یابی کے بعد ٹیپو سلطان ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر رہے۔ ۱۹۹۵ء سے سنہ ۲۰۰۰ء تک کرناٹک اردو اکیڈمی بنگلور کے صدر رہے۔ اس دوران آپ نے کافی اہم کتابوں کی اشاعت پر دھیان دیا جو بہت ہی نایاب تھیں، علاقائی زبانوں کے کافی تراجم، اردو سے کنڑا اور کنڑ سے اردو آپ کے دور میں شائع ہوئے۔ اردو لسانیات، سماجی لسانیات اور اردو ادب، خاص کر دکھنی اردو سے متعلق مطالعہ۔ بحیثیت محقق آپ نے مختلف موضوعات لسانیات، دکنی ادب، کرناٹک میں اردو، کرناٹک کے شعراء، حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے عہد میں اردو، ٹیپو سلطان کے متعلق مضامین کے علاوہ اقبال، سرسید ابوالکلام آزاد، مولانا حالی وغیرہ پر ملک کے معیاری اخباروں اور رسالوں میں ۱۹۷۵ء سے لکھتے آرہے ہیں جن کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔ اندرون ملک اور بیرون ممالک میں منعقد ہونے والے اہم کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کی اور اپنے مقالات بھی پیش کئے۔ آپ کی ادارت میں ۱۹۵۱ء میں ہفتہ وار شاہین شائع ہوا۔ علی گڈھ میگزین (علی گڈھ نمبر) ۱۹۵۴ء کے نائب مدیر رہے۔ ۱۹۰۷ء میں سرسید ہال علی گڈھ کا سالانہ رسالہ سرسید ہال ریویو کے نگران بھی رہے۔ شکیل صاحب کو اردو زبان وادب سے ایک خاص انسیت ہے اردو زبان وادب کی خدمت کا شوق طالب علمی کے دور ہی سے رہا۔ وقت کے ساتھ ساتھ علمی وادبی بصیرت میں اضافہ ہوا جس کا ثمرہ آج ہمارے سامنے ہے۔

سید احمد اڈوکیٹ، بنگلور:۔ (ولادت ۱۹۲۷ء وفات ۱۹۹۶ء) آپ کی پیدائش بنگلور میں ہوئی۔ بی اے یل یل بی کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ طالب علمی کے دور سے ہی اردو ادب سے خاص لگاؤ رہا ادب کے مطالعہ سے آپ کا شغف مثالی ہے جس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ۱) نیر اعظم قاضی محمد عبداللہ حسین خلیل کی شخصیت اور شاعری: اس کتاب کو کرناٹک اردو اکادمی نے ۱۹۸۲ء میں شائع کیا۔ اس کے علاوہ سید صاحب کی چند اور غیر مطبوعہ ادبی اور تحقیقی کاوشیں بھی قابل ذکر ہیں۔

۱) ''بقائے دوام'' سید احمد صاحب کی یہ ایک ایسی تصنیف ہے جس میں تقریباً ریاست کرناٹک میں اردو زبان و ادب کی پانچ سو سالہ تاریخ موجود ہے۔ یہ کتاب ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو سید صاحب چاہتے تھے کہ شائع کروادیں لیکن یہ آرزو ان کی زندگی میں پوری نہیں ہوسکی۔ سید صاحب کے انتقال کے بعد ان کی یہ تصنیف جامعہ بنگلور منتقل کی گئی تھی۔ پھر وہ اسٹیٹ آرکائیوز منتقل ہوچکی ہے۔

۲) ریاست کرناٹک کا عوامی شاعر شہاب یزدانی ۳) کرناٹک میں اردو صحافت ۴) کرناٹک میں اردو کی ترقی و ترویج میں خواتین کا حصہ ۵) بنگلور کی ادبی چشمکیں و رزم آرائیاں۔ ان کے علاوہ ملک کے مؤخر اخبارات و رسائل میں آپکے معلوماتی مقالے اور مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ شعبہ اردو جامعہ بنگلور نے آپ کی شخصیت و خدمات کو موضوع بنا کر مقالہ تحریر کروایا۔ یہ مقالہ سلمٰی سلطانہ خانم نے پروفیسر م۔ ن۔ سعید کی نگرانی میں ''سید احمد اڈوکیٹ حیات و خدمات'' ۱۹۹۳ء میں تحریر کیا۔ جس میں ان کی ساری کاوشوں کا تحقیقی و تنقیدی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا گیا ہے۔ مرحوم کا ایک نجی کتب خانہ بھی تھا جس میں بہت سی نادر کتابیں جمع کی گئی تھیں۔

جناب اکرام کاوش میسور:۔ اکرام کاوش کا شمار میسوری ادب کے محققین میں ہوتا ہے جنہوں نے سلطانی دور کے اہم واقعات پر سے پردہ اٹھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کا اپنا ایک ذاتی کتب خانہ ہے جس میں بہت سے نادر مخطوطات اور مطبوعہ کتابیں موجود ہیں۔ اب تک میسوری ادب پر تین تحقیقی کتابیں داستان میسور، اذکار میسور اور باقیات میسور شائع کر چکے ہیں۔ ۲۰۰۴ء میں آپ کی مجموعی خدمات کے اعتراف میں کرناٹک اردو اکاڈمی نے ایوارڈ دیا۔ آپ شاعر بھی ہیں اور شاعری کے کئی مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔

جناب سلیم تمنائی میسور:۔ نام سید قادر پاشاہ قادری، قلمی نام سلیم تمنائی سے مشہور ہیں۔ بنیادی طور پر آپ فاروقیہ ہائی سکول میں ہندی کے استاد تھے۔ آپ کے بزرگوں میں حضرت امین اللہ شاہ قادری مشہور بزرگ گزرے ہیں جن کا قبرستان دودھ پیر مکان کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا ایک ذاتی کتب خانہ ہے جس میں اردو فارسی اور ہندی کے مختلف مخطوطات و مطبوعات جمع ہیں۔ ان کا کتب خانہ دو تین مرتبہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مخطوطات میں سرکار خداداد کے مصنف میر حسین علی کرمانی کی لکھی بدیع المعانی، سرمۂ بصیرت اور میر منشی غلام حسین منجم عاصیؔ کی قلمی فارسی کتاب منشائے غلام حسین منجم عاصیؔ قیمتی دستاویزات میں طلائی کاغذ پر سلطان کے لکھے گئے اٹھارہ فارسی خطوط شامل ہیں جن میں فوجی افسروں کے علاوہ عرب علماء کے خط شامل ہیں۔ ان خطوط کا تحقیقی مطالعہ کیا گیا تو سلطان ٹیپو کے اہم تاریخی واقعات پر روشنی پڑسکتی ہے۔ آپ نے اپنے جمع شدہ مخطوطات میں سے ایک سو ستائیس مخطوطات او۔ آر۔ آئی میسور کو فروخت کردیا۔ جن میں حضرت شاہ صدر الدین تلونگلی، عارف شاہ قادری کے قلمی نسخے شامل ہیں۔ آپکے کتب خانے سے اکثر مقامی اور غیر مقامی حضرات نے فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کی ادبی زندگی کا آغاز افسانہ اور ڈرامے سے شروع ہوا۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں ان میں ایک کتاب ''قومی یکجہتی اور دکن دیش'' فخر الدین احمد میموریل کمیٹی لکھنو کی جزوی مالی امداد سے شائع ہوئی۔ اتر پردیش اردو اکادمی نے ایوارڈ دیا۔ اس کتاب میں دو مضامین 'عہد ٹیپو میں اردو' اور 'وڈیر خاندان کا دور اور اردو' تحقیقی نوعیت کے ہیں۔ بقول مصنف دو باتیں اہم ہیں ایک قومی یکجہتی اور نمبر دو میسوری اردو پر شمال کا اثر۔ اقبالیات میں ایک اہم اضافہ 'دانائے راز دیار دکن میں' ان کی ایک اور کتاب ہے جو کرناٹک اردو اکیڈمی کے جزوی مالی امداد سے شائع ہوئی۔ اس کتاب پر اتر پردیش، مغربی بنگال اردو اکاڈمی کلکتہ نے ایوارڈ عطا کئے۔ اس کتاب کے بارے میں عنوان چشتی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب محض معلومات ہی نہیں فراہم کرتی بلکہ خبر کے ساتھ نظر بھی عطا کرتی ہے۔ موصوف کے علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں عذرا سلطانہ نے ڈاکٹر قیوم صادق کی نگرانی میں یم فل کے لئے مقالہ ''سلیم تمنائی کی ادبی خدمات'' تحریر کیا جس پر انہیں جامعہ گلبرگہ نے یم فل کی ڈگری تفویض کی۔

مولانا قدرت اللہ باقوی ڈی لٹ میسور:۔ مولانا قادریہ سلسلہ کے خاندان سے متعلق ہیں جو عرب سے ہوتے ہوئے گلبرگہ اور پھر میسور تشریف لایا۔ نواب حیدر علی خان بہادر نے سری رنگ پٹن کی ایک مسجد کا متولی مامور کیا۔ دھنگور کا علاقہ بطور جاگیر دیا۔ آپ کے پردادا و سید نور اللہ قادری گلشن آباد سے میسور آئے وہیں مقیم ہوئے اور یہیں مدفون ہیں۔ مولانا کی ابتدائی تعلیم والد ماجد کے علاوہ چوٹی کے علماء کے زیر نگرانی ہوئی۔ باقیات الصالحات ویلور کی تعلیم نے ان کے ذوق کو اور جلا بخشی۔ کورس ختم کرنے کے بعد مسجد عیدگاہ محلّہ میں پیش امام و خطیب و مفسر قرآن کی خدمت انجام دی۔ اسی دوران آپ نے علی گڈھ یونیورسٹی سے اردو یم اے پھر کالی کٹ یونیورسٹی سے عربی یم اے اور مدراس یونیورسٹی سے فارسی یم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ مولانا السید ابوالحسن الندوی مرحوم (علی میاں) کے والد ماجد مولانا عبدالحی صاحب الحسنی مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء و مصنف نزہۃ الخواطر (۱۔۸) ''الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند'' ''الھند فی العھد الاسلامی'' کے گرانقدر علمی و ادبی

خدمات پر عربی زبان میں ایک ضخیم تحقیقی مقالہ تحریر کرکے کالی کٹ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی جس کا دیباچہ سعودی عرب یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر عبد الحلیم العویس نے تحریر کیا۔ دارالشروق جدہ نے اسے شائع کیا اور ایک قطیر رقم رائلٹی دینا منظور کیا۔

باقیات الصالحات سے واپسی کے بعد میسور کے مختلف مدارس میں کام کرتے رہے۔ پھر فاروقیہ کالج کیرالا میں صدر شعبہ اردو رہے، وہیں سے وظیفہ پر سبکدوش ہوئے دوران قیام کیرلا آپ نے مولانا شاہ عبدالحی احقر المعروف بہ واعظ بنگلوری کی حیات اور کارنامے پر اردو میں ایک ضخیم تحقیقی مقالہ تیار کیا۔ جس کے محرک میر محمود حسین المعروف بہ عبداللہ جان سابق صدر شعبہ اردو میسور یونیورسٹی میسور تھے۔ اس سلسلے میں سید مبارز الدین رفعت کی ہدیہ تبریک نے اس تحریک کو مستحکم کیا مولانا میر محمود حسین اور علی محمد اسماعیل سیٹھ نے احقر بنگلوری کی چند تصانف مہیا کیں۔ بڑی جادہ پیمائی کے بعد انہوں نے یہ مقالہ قلمبند کیا جس پر انہیں بہار یونیورسٹی ڈی لٹ کی ڈگری تفویض ہوئی (باقیات میسور۔ از اکرام کاوش)۔ احقر بنگلوری کے مقالہ کی اشاعت کے لئے کرناٹک اردو اکیڈمی بنگلور نے جزوی مالی اعانت عطا کی، ۱۹۹۵ء میں یہ مقالہ شائع ہوا۔ آج کل میسور میں مقیم ہیں۔ عالم رابطہ اسلامی کرناٹک چاپٹر کے آپ بھی رکن ہیں۔ اس ادارے نے بنگلور میں احقر بنگلوری پر یک روزہ سیمینار منعقد کیا تھا جس میں آپ نے مقالہ بھی پیش کیا تھا۔ آپ سے اکثر وہیں ملاقات ہوتی رہتی ہے۔

مقالہ نگار

ڈاکٹر محمد صبغۃ اللہ۔

نمبر ۵۰۔۱۲ ''آشیانہ'' فورتھ مین

وسنتپا بلاک۔ گنگا نگر بنگلور

فون 23433825